رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

مدینۃ المسیح

حضرت اولوالعزم امیر المومنین خلیفۃ المسیح نے اپنے کارہائے اولوالعزمانہ میں سے ایک اور کی نماز جمعہ کے بعد ابتدا فرمائی۔ یعنی اپنے دست مبارک سے منارۃ المسیح کی اس عمارت پر اینٹ رکھی جو کہ ناتمام تھی۔ منار کی عمارت کا کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے شروع ہو گیا ہے اور اسبات کی کوشش کی جائیگی کہ سالانہ جلسہ تک ایک حصہ مکمل ہو جائے۔ حضور نے خطبہ جمعہ میں اس کے متعلق درد انگیز تقریر فرمائی جو کہ ناظرین خطبہ میں پڑھینگے ؛

ماسٹر عبد الرحمان صاحب بی۔ اے۔ میر محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل اور چند ایک مبلغین کی جماعت کے طلباء قادیان کے مضافات میں تبلیغ کے لئے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو ؛

مولوی فضل دین صاحب تا سے۔ چودہری حاکم علی صاحب پنیار سے

تازہ خبریں

بقول پایونیر۔ جرمنوں نے ٹرین کے ذریعہ ٹرکی میں آبدوز کشتیاں بھیجی ہیں ؛

جرمن بلجیم میں ہالینڈ کے ساتھ اپنی آمد و رفت کا ذریعہ قطع کر رہے ہیں۔ انہوں نے ابھی کیلے پہنچنے کی اُمید نہیں چھوڑی اور وہ آخری کوشش کرنے کے لیے تیاری کر رہے ہیں ؛

بحری تدابیر میں روک ڈالدی۔ ہالینڈ کے نامہ نگار کے قول کے مطابق برٹش گولہ باری نے جرمن تدابیر میں روک ڈالدی ہے جو انھوں نے ذی برگ کو بحری آجگاہ بنانے کے لئے سوچی تھیں گولہ باری سے ایک نہر تباہ ہو گئی۔ اور ایک فیکٹری اور پاور سٹیشن کو آگ لگ گئی۔ جرمنوں نے بروگس سے ذخیرہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن ریلوے کا ایک حصہ گولہ باری سے تباہ ہو گیا

چھ آبدوز کشتیوں کا جو ذی برگ میں جمع تھیں کچھ پتہ نہیں کہ انکا کیا حشر ہوا ؛

جرمن نقصانات۔ ۸۳ ویں فہرست جو نصف ستمبر سے اکتوبر کے اخیر تک کی شائع ہوئی ہے۔ اسمیں چھ لاکھ ایکہزار چار سو تینتیس ۱۳۳ اموات کا ذکر ہے۔ حالانکہ اس میں سکستی کی اٹھادن فہرستیں دبیریا کی چھبین اور ورٹمبرگ کی اکسٹھ شامل نہیں

روسی فتح۔ الہ آباد۔ ۲۶ نومبر۔ پایونیر کا تار مظہر ہے۔ کہ روسیوں نے جرمن پیشقدمی میں بڑی روک ڈالدی ہے اور ایک دو سو اور آدمی فوج اور کچھ اتواپ گرفتار کرلی ہیں۔ سڑکیں خراب ہونے کی وجہ سے انہیں سامان نہیں پہنچ سکتا ؛

روسی فتح ترکوں پر۔ روسیوں کا بیان ہے کہ ارض روما میں ترکوں کو شکست ہوئی۔ روسی ان کا زور سے تعاقب کر رہے ہیں ؛

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پروپرائٹر و پرنٹر و پبلشر کے لئے شائع ہوا)

کاتبہ محمد حسین

جنگ یوروپ

جرمن چال ۔ لنڈن ۲۳ ۔ نومبر ۔ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار کوپن ہیگن سے بیان کرتا ہے ۔ کہ جرمن جنیل کا ارادہ تھا ۔ کہ مشرقی پرشیا اور سائلیشیا کو چھوڑ کر یک زور ہو کر پیرس کے خلاف کوشش کی جائے ۔ لیکن مشرقی پرشیا کی آبادی میں گھبراہٹ اور بے چینی کی وجہ سے یہ تدبیر عمل میں نہیں آئی ۔

لنڈن ۲۳ ۔ نومبر ۔ غیر سرکاری اندازہ ہے ۔ کہ ۳ لاکھ پچہتر ہزار فرانس کے آدمیوں کا نقصان ہوا ہے ۔ جسمیں قیدی زخمی بیمار اور مردے سب شامل ہیں ۔

انگلستان پر حملہ ۔ اخبارات کا بیان ہے ۔ کہ انگلستان پر حملہ آور ہونے کیلئے بعض مقامات پر جرمن سامان جنگ کی تیاری کر رہے ہیں ۔

وسچولا اور ورتا کے مابین بڑی مستعدی سے لڑائی ہو رہی ہے ۔ روسیوں کو خفیف سی کامیابی حاصل ہوئی ۔

ترکی کروزر حمیدیہ نامی نے ٹوپسی پر گولہ باری کی ۔ لیکن نقصان بالکل نامعلوم ہے ۔

مصر میں ترک بدؤں نے جزیرہ نما صفائی کی مشرقی سرحد پر حملہ کیا ۔

سروین پسپائی ۔ سروین کا بیان ہے ۔ کہ سروین ولجیو سے جسے انہوں نے دو ماہ تک بڑی بہادری سے تسخیر ہونے سے بچائے رکھا ۔ اب پیچھے ہٹ گئے ہیں ۔ سروین کی اب حالت اچھی ہے ۔

ایک برٹش ہوا باز نے جمیں کالسٹن سے ڈیلن کے کارخانہ پر حملہ کیا ۔

ریمز اور سوسن پر گولہ باری جاری رہی ۔ آرگون کے دونوں طرف جرمنوں نے بیہودہ حملے کئے ۔

لنڈن ۲۴ ۔ نومبر ۔ حالت غیر متبدل ہے ۔ دشمن کی گولہ باری کم شدت کی تھی ۔ بعض حملے پسپا ہوئے ۔ ہم نے ارگون کی طرف پیشقدمی کی ۔

بحری گولہ باری ۔ لنڈن ۲۴ ۔ نومبر ۔ امسٹرڈم کے اخبارات کا بیان ہے ۔ کہ جنگی جہاز بیلجیک فضیہ ذی برگ پر جہاں جرمن ٹارپیڈوں پر غوطہ خور کشتیاں لائی جاتی ہیں گولہ باری کر رہے ہیں ۔ ساحلی توپخانے نے پہلے تو جواب دیا ۔ مگر جلد خاموش کر دیا گیا ۔

مشرقی کارزار ۔ پیٹروگراڈ ۲۴ ۔ نومبر ۔ روس کی سرکاری اطلاع ۔ دریائے وسٹولا اور وارٹا کے درمیان لڑائی جاری ہے ۔ لوڈز کے شمال میں نہایت شدید اور خونریز صورت اختیار کر رہی ہے ۔ اتوار کو سارا دن ہم نے جرمنوں کے شدید حملوں کو پسپا کیا ۔ ہفتہ کے روز کی جنگ میں ہم نے ۵ ہزار آسٹری گرفتار کئے ۔

پیٹروگراڈ کا نیم سرکاری آرمی میسنجر لکھتا ہے ۔ کہ جرمنوں کی جارحانہ کارروائی کے بعد بوڈز کے شمال مغرب میں جو نہایت خونریز جنگ وقوع میں آئی ۔ اس میں روسیوں کے اور جرمنوں کی بھاری توپوں کی ایک بیٹری ۔ دس مترالیوز توپیں اور کئی سو قیدی ہاتھ لگے ۔ جرمنوں نے لنیکزا اور لوف کے علاقہ میں قدم جمائے تھے ۔ مگر روسیوں نے ہفتہ کے روز ان پر جوابی حملہ کر کے پسپا کر دیا ۔ اور جرمنوں کی ۲ ½ رجمنٹیں اور بہت سی توپیں ان کے ہاتھ آگئیں ۔

پولینڈ میں روس کی بہت بھاری کمک پہنچنے سے جنگ کا فیصلہ معرض التوا میں پڑ گیا ہے ۔

روسی فتح ترکوں پر ۔ پیٹروگراڈ ۲۴ ۔ نومبر ۔ روسی ہراولی دستوں نے علاقہ ارض روم میں ترکوں کے ایک دستہ کو شکست دیکر گولہ بارود کے قافلہ کو چھین لیا ۔ مقامات قرہ کلیسیا اور الاش کرد میں نیز خامیسر کی بلندیوں اور ڈسان سے غفور تک کی پہاڑیوں میں روسیوں کو فتوحات حاصل ہوئیں ۔

مغربی محاذ پر سکون کا خاتمہ ۔ مغربی میدان جنگ کی خاموشی دشمن کا قفل ٹوٹ گیا ۔ فرنچ مراسلت مظہر ہے ۔ کہ یپرس پر گولہ باری سے بڑے گرجے کے گھنٹہ گھر اور بازاروں اور بہت سے مکانوں میں آگ لگ گئی ۔ سوشونز اور ریمز پر بھی دشمن نے آتش فشانی کی ۔ ارگون میں دن اچھا گرم تھا ۔ جرمنوں نے بڑی سختی سے کئی حملے کئے ۔ جو پسپا کئے گئے ۔ برٹش بحری اڑان پرواز نے فرنچ علاقہ سے کارخانہ زپلن واقعہ جھیل کانسٹینس پر بہادرانہ حملہ کیا ۔ اور دشمن کی سخت گولہ باری میں نیچے اترے ۔ ہوا بازوں کے بم پھینکنے سے کارخانہ مذکور کو سخت نقصان پہنچا ۔ ایک ہوا شناس زخمی ہوا ۔ اور دو واپس لوٹ آئے ۔

ایڈریانوپل سے ترکی سپاہ طلب کر لی گئی [illegible] خبروں سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ایڈریانوپل سے ترکی سپاہ اناطولیہ میں جنگی خدمات کی غرض سے طلب کر لی گئی ہے ۔

بصرہ پر تسلط اور برٹش اخبارات ۔ انگریزی و ہندوستانی سپاہ کے تسخیر بصرہ کی خبر کو اخبارات لنڈن نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے ۔

انگریزوں کی نسبت جرمن خیالات میں انقلاب ۔ نیویارک ٹائمز کا نامہ نگار برلن رقمطراز ہے ۔ کہ جرمنوں کو محسوس ہونے لگا ہے ۔ کہ جنگ دیر تک رہیگی ۔ اور اب وہ دشمن کی طاقت کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ۔

پرتگال بہ حمایت گریٹ برٹن ۔ لنڈن ۲۴ ۔ نومبر لزبن کانگریس نے وزیر اعظم کی تحریک سے بالاتفاق اس مضمون کا ریزولیوشن پاس کیا ہے ۔ کہ پرتگال کسی موزوں موقعہ پر گریٹ برٹن کے معاہدہ کے مفہوم کے مطابق لڑائی میں مداخلت کر سکتا اور شریک جنگ ہو سکتا ہے ۔ ریزولیوشن مذکور اس بارہ میں ضروری انتظامات کی بھی اجازت دیتا ہے ۔

روسی رپورٹ ۔ لنڈن ۲۵ ۔ نومبر ۔ پیٹروگریڈ ۔ سرکاری بیان مظہر ہے ۔ کہ لوڈز میں جنگ ہو رہی ہے ۔ روسی رسالہ نے ایک مقام پر مزاحمت کنان جرمن رسالہ پر حملہ کر کے اسے سخت نقصان پہنچایا ۔ اور بھاری اتواپ چھین لیں ۔ زنٹوشوا کراکو محاذ پر جرمن جوابی حملہ ناکام رہا ۔ یکشنبہ کو دشمن کے چھ ہزار آدمی اسیر ہوئے ۔

پیٹروگراڈ سے ٹائمز کا نامہ نگار بیان کرتا ہے ۔ کہ جرمن فوج کی تعداد وسٹولا اور وارٹا کے درمیان ۴ لاکھ ہے ۔ یہ دو حصوں میں بٹ گئی ہے ۔ ایک شمال کی طرف اور دوسری جنوب کی طرف ۔ روسیوں نے دونوں کا تعاقب کیا ۔ اور انہیں بہت سا نقصان پہنچایا ۔

لنڈن ۲۵ نومبر ۔ محکمہ بحری کا بیان ہے ۔ کہ دو برٹش جنگی جہازوں نے ذی برگ میں تمام فوجی مقامات پر گولہ باری کی ۔ جرمنوں کا مقابلہ بہت کمزور تھا ۔ نقصان کی تعداد کا اندازہ نہیں ۔ جہاز صحیح سلامت واپس آ گئے ۔

ہندوستانی زخمیوں کے لئے جگہ ۔ برائٹن خصوصیت سے خوش ہے ۔ کہ سابق شاہی پویلین آئندہ ہندوستانی زخمیوں کے لئے استعمال کیا جائیگا ۔ خود ملک معظم کی خواہش و ایماء سے اس مقام کا انتخاب ہوا ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۲۹ - نومبر ۱۹۱۴ء

جلسہ سالانہ کے متعلق چند ضروری ہدایات

نمبر ۲

ہم نے پچھلے نمبر میں جلسہ سالانہ کے متعلق اپنے دوستوں کے سامنے چند ضروری امور پیش کئے تھے جو ہمارے خیال میں منتظمین جلسہ اور مہمانوں کے لئے مفید ہو سکتے تھے۔ اب ایک اور بہت بڑی ضرورت ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ احباب خود بھی اس پر غور فرمائینگے۔ اور فوراً اپنی اپنی جگہوں کی انجمنوں میں پیش کر کے سب جماعت کی توجہ اس کی طرف مبذول کرینگے اور اگر وہاں انجمن نہ ہو تو دوسرے احباب کو فرداً فرداً اس ضرورت کی اطلاع دینگے۔ وھو ھذا:-

ہمارا جلسہ دوسرے جلسوں یا میلوں کی طرح نہیں ہے اور اس کی غرض کوئی دنیاوی فائدہ یا زمینی نفع نہیں ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دوست میرے اس خیال سے اختلاف رکھتے ہوں۔ پس ہماری اس جلسہ میں شمولیت ایسے طریق پر ہونی چاہیئے جس سے ہم ان فوائد کو حاصل کر سکیں جو اس جلسہ کی اصل غرض و غایت ہیں ٭

ہندوستان کے ہر گاؤں اور ہر شہر میں کوئی نہ کوئی میلہ ضرور ہوتا ہے۔ اور اس میں بازار لگتے ہیں۔ سوداگر مختلف اشیاء کی نمایش کرتے ہیں۔ ان میلوں کی غرض زیادہ تر نئی اشیاء کی نمایش اور پھر لوگوں کی خوشی اور سیر کے لئے ایک موقعہ پیدا کرنا ہوتی ہے۔ لوگ آتے ہیں ایک چکر لگا کر بچوں کو سیر دکھا دیتے ہیں۔ اور کچھ چیزیں گھر والوں کے لئے خرید کر واپس چلے جاتے ہیں۔ چند گھنٹوں میں ان کے لئے میلہ ختم ہو جاتا ہے۔ پھر اور لوگ آتے ہیں پھر اور آتے ہیں۔ آخر ایک دو دن کا موقعہ دیکر میلہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ ولایت میں چونکہ سیر و سیاحت کا بہت رواج ہے۔ وہاں کی بعض نمائشیں جو یہاں کے میلوں کے قائم مقام ہوتی ہیں۔ چھ چھ مہینے تک جاری رہتی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ دور دراز کے لوگوں کو بھی حتے کہ دوسرے براعظموں کے باشندوں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیا جاوے۔ مگر جب ایک شخص نے اس نمایش کا بغور معاینہ کر لیا تو اب اسے اپنا وقت وہاں ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی پھر وہ اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے وہاں نمایش ہوتی رہتی ہے ٭

بعض انجمنوں کے جلسوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ تین چار دن تک جلسہ کی تاریخ مقرر ہوتی ہے۔ اصل غرض لوگوں کو اکٹھا کر کے چندہ اکٹھا کرنا ہوتا ہے چند شیریں بیان اور طلیق اللسان واعظ بلوائے جاتے ہیں وہ اپنی میٹھی میٹھی باتوں اور جوشیلی تقریروں کے ذریعہ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ اپنی جیبیں خالی کر کے اس کام کے لئے دے جاؤ۔ کیونکہ انجمن کا کام تمہاری مدد کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اور جو لوگ اپنی جیب خالی کر چکیں۔ ان کے ٹھہرانے کی اس انجمن کو اب کوئی ضرورت نہیں رہتی اور نہ وہ ٹھہرنا پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ اب ہم اپنا کام کر چکے ہیں۔ اور انجمن ہم سے فائدہ اٹھا چکی ہے اب ہماری یہاں ضرورت نہیں اپنے گھر جا کر آرام کریں اگلے سال پھر دیکھا جائیگا ٭

ہمارا جلسہ ایسا نہیں ہے نہ وہ میلوں کی طرح ایک نمایش کا کام دیتا ہے۔ اور نہ دوسری انجمنوں کی طرح روپیہ اکٹھا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ کیونکہ روپیہ جمع کرنے کا ذریعہ تو اسے صرف چند سال بنایا گیا ہے۔ اس جلسہ کی ابتداء سنہ ۱۸۹۱ اٹھارہ سو اکانوے میں پڑی ہے۔ اور اس کے ابتدائی سالوں میں کوئی چندہ نہیں جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہونا شروع ہوا کہ اس موقعہ پر چاروں طرف سے دوست اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور دینی فوائد جماعت کو پہنچتے ہیں۔ کیوں نہ اس موقعہ پر تشکرانہ کے طور پر کچھ رقم فی سبیل اللہ بھی دی جائے اس طرح چندہ کا رواج پڑا۔ اور ہم کہتے ہیں جو کچھ ہوا درست ہوا کیونکہ جو شخص اپنی خوشی سے کوئی نیکی کمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کی قدر ضرور کرتا ہے اور اسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔ انجمن نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر انیس سو سات سنہ ۱۹۰۷ سے چندہ کی اپیل بھی کرنی شروع کر دی۔ اور اس کے کام کو بھی برا نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ جس شخص کو کسی نیک کام کا موقعہ ملے۔ اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو وہ نادان ہے۔ انجمن نے دانائی کی اور جماعت کے شکریہ کی مستحق ہے ٭

مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں اصل غرض کو بھلا کر صرف چندہ کرنا اپنا مقصد قرار دے لینا چاہیئے جو بانی جلسہ کے ذہن میں بھی نہ تھا۔ اگر یہی بات ہے تو پھر ہمارے جلسہ اور دوسری انجمنوں کے جلسوں میں کیا فرق رہا ہے۔ اور ہم نے مسیح موعود ؑ کے ارادوں نہیں بلکہ آپ کے حکموں کی کیا قدر کی؟ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے چند سالوں سے ہمارے جلسے زیادہ تر روپیہ جمع کرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ اور جو لوگ آتے ہیں وہ اس خیال سے آتے ہیں کہ (۱) چلو قادیان دیکھ آئیں۔ اور اس فرض کی ادائگی سے سبکدوش ہو جائیں (۲) چلکر کچھ چندہ دے آئیں ٭

یہ بات اس طرح سے معلوم ہوتی ہے کہ جب احباب قادیان جمع ہوتے ہیں تو مضطربانہ طور سے پوچھنا شروع کرتے ہیں۔ کہ اپیل کب ہوگی۔ اور چندہ کے لئے کونسا وقت مقرر ہے تاکہ ہم روپیہ دے کر واپس جائیں اور جب اپیل ہو چکتی ہے تو فوراً آنیوالوں کا ایک کثیر حصہ اپنے اپنے گھروں کی طرف چلا جاتا ہے بلکہ اگر اتفاقاً چندہ کا دن جلسہ کے آخری دن رکھا گیا ہو۔ تو لوگ دفتر محاسب میں چندہ جمع کروا کر اپنے آپ کو فارغ سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اسکے دونوں فرض پورے ہو گئے قادیان کی زمین کو انہوں نے ہاتھ بھی لگا لیا۔ خلیفۂ وقت سے مصافحہ کر لیا۔ اور دفتر محاسب میں ان کا چندہ بھی پہنچ گیا اب پھر انہیں یہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ان کا دل جواب دیتا ہے کہ کوئی نہیں؟ اور افسوس کہ یہ جواب سخت غلط ہے ٭

ہمارا جلسہ چندہ کے لئے نہیں ہوتا کہ چندہ دے کر احباب واپس چلے جائیں۔ ہمارا جلسہ اس غرض کے لئے نہیں ہوتا کہ لوگ قادیان کی زمین کو چھو کر واپس چلے جائیں کیونکہ یہ کام دوسرے اوقات میں بھی ہو سکتا ہے بلکہ اس کی غرض تو جماعت کا اتفاق و اتحاد اور اس کی دینی ترقی ہے اور کیا یہ بات قادیان میں آکر فوراً واپس چلے جانے میں پوری ہو سکتی ہے؟

دوسری انجمنوں میں چندہ دیکر واپس چلے جانے میں کوئی عیب نہیں لیکن کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حج کو جائے۔ اور بھاگ کر عرفات مزدلفہ منیٰ میں سے گذر جائے۔ قربانی کر دے اور سر منڈوا کر طواف کر کے واپس چلا جائے۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا جب تک ان دنوں کی رعایت نہ کرے جو اس کام کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اسکا حج پورا ہی نہیں ہو سکتا۔ پس ہمارا جلسہ بھی مسیح موعود ؑ کا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا تھا۔ اس کی غرض چندہ جمع کرنے کی

بجائے اور بھی ۔ اور وہ غرض پوری نہیں ہو سکتی۔ جبتک احباب تین چار دن یہاں ٹھہریں۔ اور خصوصاً ان دنوں میں جبکہ جلسہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے ۱۸۹۱ء میں جبکہ کل دو تین سو دوست اکٹھے ہوتے تھے جلسہ کیلئے تین دن مقرر کئے تھے تو اب جبکہ ہزاروں آدمی ان دنوں میں اکٹھا ہوتا ہے ایک یا دو دن کیونکر کافی ہو سکتے ہیں اب تو دنوں میں اور زیادتی ہونی چاہیئے تاکہ اصل مدعا حاصل ہو سکے۔

سو میں اپنے دوستوں کو اس طرف خاص طور سے متوجہ کرتا ہوں کہ وہ خدا کیلئے اپنے عمل سے جلسہ کی اصل غرض کو باطل نہ کریں۔ سال میں موقعہ صرف ایک دفعہ آتا ہے اور سرکاری دفاتر میں عام طور پر آٹھ دن سے بھی زیادہ چھٹیاں ہوتی ہیں پس انہیں چاہیئے کہ صرف قادیان کو ہاتھ لگانے کے لئے نہ آیا کریں بلکہ چار پانچ دن قیام کرنے کی نیت سے گھر سے چلا کریں تاکہ جلسہ اپنی اصلی غرض کو پورا کر سکے۔

ہمارے جلسہ میں لیکچر اس لئے نہیں کروائے جاتے کہ تا لوگوں کیلئے دلچسپی کا ایک سامان پیدا ہو۔ بلکہ وہ اصل مقصود ہیں جلسہ کا۔ اور لیکچروں اور وعظوں کی غرض لوگوں کو جلسہ میں شامل ہونے کی ترغیب دینا اور انجمن کو مالی مدد دینا نہیں ہے بلکہ انکی غرض یہ ہے کہ جماعت کو متنبہ اور آگاہ کیا جاتا ہے اور ہر سال اسے دین سے واقف کرنے اور اسکے فرائض کو سمجھانے اور انہیں یاد کرانے کی کوشش کی جائے۔ پس جو دوست جلسہ کے ختم ہونے سے پہلے روانہ ہو جاتے ہیں وہ جلسہ کی اصل غرض کو پورا نہیں کرتے بلکہ دوسروں کے لئے بھی روک ہوتے ہیں کیونکہ بہت سے لوگ دیکھا دیکھی ان کے ساتھ چل پڑتے ہیں۔

دوسری غرض جماعت کا اتفاق و اتحاد ہے۔ وہ بھی ایک یا دو دن میں حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ہزاروں آدمی ایک یا دو دن میں آپس میں کب واقف ہو سکتے ہیں۔ اس کیلئے تو چار پانچ دن بھی کافی نہیں مگر کم سے کم کچھ وقت تو خرچ کیا جائے تاکہ رفتہ رفتہ جماعت کے مختلف حصوں میں اجنبیت نہ پیدا ہو جائے اور میل ملاقات میں بھی صرف اتحاد جماعت مقصود نہیں بلکہ اس میں یہ بھی غرض ہے کہ ایک دوسرے کے نیک نمونہ کو دیکھ کر فائدہ اٹھایا جائے۔ اور دل سے زنگ دور ہو۔ اور یہ بات ایک دو دن میں پوری نہیں ہو سکتی۔

پس ہم احباب کو بڑے زور سے اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ وہ زیادہ فرصت نکال کر جلسہ پر تشریف لائیں اور جلسہ کے پہلے دن سے آخری دن تک برابر قادیان میں موجود رہیں تاکہ حقیقی برکات سے حصہ لے سکیں۔ اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء پورا ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اس بات پر غور و عمل کرنے کی توفیق دے۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

تصدیق المسیح

اللہ تعالیٰ کی شہادت۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر

سب شہادتوں سے بڑھ کر شہادت اور سب شہادتوں سے قوی تر شہادت اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی شہادت نہیں ہو سکتی۔ اسی شہادت کو تمام انبیاء نے مختلف رنگوں میں اپنے دعاوی کے ثبوت میں پیش کیا اور اس سے ان کی صداقت ثابت ہوئی۔ اور اسی شہادت نے تمام جھوٹے مدعیوں کو ہمیشہ جھوٹا ثابت کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کبھی کفار نے اثبات صداقت کا مطالبہ کیا تو آپ نے اسی شہادت کو ہمیشہ بطور ثبوت پیش کیا گو کسی جگہ اور کسی پیرایہ میں ہو۔ چنانچہ مشرکین مکہ کے سامنے ان الفاظ میں اسے پیش کیا۔ یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین۔ یعنی اے منکرو! یہ ظاہر ہے کہ جن اشیاء کی تم پرستش کرتے ہو۔ میں انکی پرستش سے کلی بیزار ہوں۔ اور اسی طرح جس ذات پاک کی میں عبادت کرتا ہوں تم اس کی راہ سے کوسوں دور ہو۔ غرض تمہارے مذہب میں اور میرے مذہب میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یقین نہیں کہ دونوں سچے ہوں۔ اب دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں سے سچا مذہب کونسا ہے سو اس کیلئے یہ نہایت آسان اور بین معیار ہے کہ برائی کا نتیجہ برا ہوتا ہے اور نیکی کا نتیجہ نیک ہوتا ہے۔ پس جس فریق کے اعمال کا نتیجہ اچھا نکلیگا وہ سچا ثابت ہوگا۔ اور جس کا نتیجہ برا ہوگا وہ جھوٹا ثابت ہوگا اور یہ خدائی فیصلہ ہے جس میں شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ جزا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اسی معیار کو ایک اور موقع پر ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل وانا بریء مما تعملون یعنی تمہارے اعمال سے میں بری ہوں اور میرے اعمال سے تم بری ہو۔ اور اعمال کی جزا خدا کے ہاتھ میں ہے پس جس کا انجام اچھا ہوگا وہ خدائی شہادت سے سچا ثابت ہوگا۔ اور جس کا انجام برا ہوگا وہ خدائی شہادت سے جھوٹا ثابت ہوگا۔ اسی معیار کو آنحضرت نے یہود کے سامنے اور اسی کو نصاریٰ کے سامنے پیش کیا۔ گو رنگ مختلف تھے۔ اور ایک جگہ سب کو مخاطب کرکے فرمایا۔ قل ان افتریتہ فعلی اجرامی وانا بریء مما تجرمون یعنی اگر میرا یہ دعویٰ سچا نہیں بلکہ انسانی افتراء ہے تو ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی سنت کے موافق مجھے مفتریوں کی سزا دے اور ایسا ہلاک کرے کہ میرا نام ونشان نہ رہے۔ اور یہ نہیں ہوگا کہ تمہارے بداعمال کی سزا مجھے دیجاوے یا میرے بداعمال کی سزا تمہیں دیجائے۔ بہرحال جو اللہ تعالیٰ کا فعل شہادت دیگا۔ اس سے ہم میں اور تم میں قطعی فیصلہ ہو جائیگا۔

اسی معیار کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف پیرایوں میں منکرین کے سامنے پیش کیا۔ منجملہ ان صورتوں کے جن میں حضور نے اس معیار کو پیش کیا ایک یہ دعا ہے جو حضور نے مندرجہ ذیل اشعار میں مانگی تھی۔

اے قدیر و خالق ارض و سما	اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر	اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پر فسق و شر	گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بدکار را	شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
آتش افشاں بر در و دیوار من	دشمنم باش و تبہ کن کار من

ان اشعار میں حضور نے حق و باطل میں فیصلہ کے لئے جناب الٰہی میں دعا کی ہے کہ یا الٰہی اگر میں تیرے نزدیک مفتری ہوں اور تیری نظر میں میرا دعویٰ جھوٹا ہے تو تو مجھے تباہ کر دے اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال اور میری ہلاکت سے میرے دشمنوں کو خوش کر اور مجھ پر اور میرے در و دیوار اور گھر بار پر آگ برسا جس سے میرا نام ونشان مٹ جائے جیسا کہ تو مفتریوں کو ہلاک کیا کرتا ہے۔

اب جائے غور ہے کہ ایک جھوٹا شخص جو مفتری ہے اس کو کیونکر جرأت ہو سکتی ہے کہ اپنے حق میں ایسی دعا کرے اگر کوئی شخص بالفرض کرے بھی اور دعویٰ الہام میں کاذب بھی ہو تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ ہلاک نہ کیا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتریٰ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا کرے اللہ تعالیٰ اس کی بیخکنی کرکے اس کا نام ونشان مٹا دیتا ہے اور اسے ناکامی کے ساتھ ہلاک کرتا ہے کیا خدا اپنے وعدہ کو بھول گیا اور اس نے ایک مفتری کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو سچے مدعی کے سوا وہ کسی کے ساتھ ایسا نہیں کرتا اور نہ...... کبھی اس نے مفتریوں کے ساتھ ابتدائے آفرینش سے ایسا سلوک کیا اور اس طرح سے اس نے ایک مفتری کے ساتھ یہ معاملہ کرکے تمام صادقوں کی صداقت کو باطل کر دیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

یادِ ماضی

مسلمانوں نے علوم میں کسطرح ترقی کی

ہم یہ کہنے سے ذرا بھی نہیں جھجکتے کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس نے نہ صرف لوگوں کی روحانی اصلاح کر کے انکو مہذب بنا دیا تھا۔ بلکہ اس نے لوگوں کے قویٰ کو علوم میں ترقی کرنے اور علم کو اعلےٰ کمال پر پہنچانے کے قابل بھی بنا دیا تھا۔ اسلام نے اگر جو داہوں اور جنگلوں میں رہنے والوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے آگاہ کیا تھا تو اس نے ان کو علوم و فنون میں ترقی کرنے کی طرف بھی راہ نمائی کی تھی۔ اسلام نے اگر جنگجو اور لڑنیوالی قوموں میں اخوۃ اور یکجہتی پیدا کر دی تھی تو اس نے ان کے دماغوں کو علم کے بڑے بڑے شعبوں کے ایجاد کرنے کے قابل بھی بنا دیا تھا۔ اور اگر اسلام نے خدا سے دور پڑے ہوئے انسانوں کو اس لائق بنا دیا تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کو سننے اور سمجھنے لگ جائیں تو اس نے ان میں ایسی قابلیتیں بھی پیدا کر دی تھیں جن کو دیکھ کر زمانہ حیران رہگیا۔ اور یہ وہ بات ہے۔ جو کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ اور یہ بھی اسلام کی صداقت کے لئے بہت سی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ اگر ہم یہاں اس بات کو بیان نہ کریں کہ کس طرح مسلمانوں نے اسلام کی وجہ سے علوم میں ترقی کی۔ اور اپنے اندر وہ قابلیتیں پیدا کر لیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھیں۔ تو ہمارا یہ دعوے کہ مسلمانوں کو اسلام نے علوم میں ترقی کرنے کے قابل بنایا۔ بلا ثبوت رہ جائیگا۔ اسلئے ہم کسی قدر اختصار کے ساتھ چند ایک باتوں کو بیان کر دیتے ہیں۔ اور آج کل کے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ ہمارے اسلاف نے اسلام کے ذریعہ کیا کچھ حاصل کیا تھا۔ اور اب ہم کیا کر رہے ہیں۔

علم الانساب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قریباً ایک صدی پیشتر سے ملک عرب میں ایسی عربی زبان بولی جاتی تھی جو کہ الفاظ کے جامع ہونے اور مطالب کو اچھی طرح ادا کرنے میں خاص درجہ رکھتی تھی اور ابتدائی عربی زبان سے بہت ترقی کر چکی تھی۔ لیکن باوجود عربی زبان کے اس درجہ تک ترقی کرنے کے جب قرآن شریف کا نزول آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا تو عرب کے علم ادب میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگیا۔ اور اس میں ایک نئی روح پھونکی گئی۔ چونکہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا کلام تھا۔ جس کے متعلق ہر ایک مسلمان کا یقین تھا کہ اس میں کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک نقطہ منجانب اللہ ہے۔ اور پھر اس میں وہ خوبیاں اور لطافتیں ہیں جو کسی اور کلام میں ہرگز نہ پائی جاتی تھیں اس لئے نہ صرف مسلمانوں نے ہی قرآن شریف کو ایک خاص درجہ اور عزت دی۔ بلکہ ادبی دنیا نے بھی اس کے لاثانی ہونے کو مان لیا۔ گو اس وقت بعض شریر النفس لوگوں نے جن کو اپنی علمی قابلیت پر ناز تھا یہ کوشش کی کہ وہ قرآن شریف کے مقابلہ میں کچھ لکھیں۔ لیکن کسی کو بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی بلکہ مقابلہ کی کوشش میں انیر اور بھی واضح ہو گیا کہ قرآن کریم کی زبان کا مقابلہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ ابن المقفع۔ متنبی۔ ابو العلا المعری وغیرہ نے اپنی تصنیفات میں ایسی عبارتیں لکھیں جن کی طرز کو قرآن شریف سے چرایا گیا تھا۔ لیکن

خدا کے قول سے قول بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

اسلئے ان کی کوششیں رائگاں گئیں اور نامراد اور ناکام ہو کر دنیا سے گذر گئے۔ اور قرآن شریف کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا قرآن شریف کی فضیلت کا سکہ تمام عرب پر بیٹھ جانا۔ اور پھر مسلمانوں کا اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھنا اس بات کا محرک ہوا کہ اس کلام الہیٰ کا ایک ایک لفظ حفظ کیا جائے تاکہ اچھی طرح سے اس کی حفاظت ہو سکے۔ اسلئے اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو حرف بحرف حفظ کر لیا۔ اور اس طرح قرآن شریف ہر ایک قسم کے خطرات سے محفوظ ہو گیا۔ اور آج کئی صدیوں کے بعد دنیا میں ہو بہو موجود ہے قرآن شریف کو تو مسلمانوں نے یاد کر ہی لیا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کلمات طیبات نکلتے تھے یا جو واقعات آپ سے متعلق ہوتے تھے وہ چونکہ بہت بڑے حقائق اور معارف کا ذخیرہ تھے۔ اور ان میں انسانی زندگی کے لئے بہت سی پند و نصائح تھیں۔ اسلئے صحابہ کرام نے آپ کی ہر ایک بات کو محفوظ رکھنا شروع کر دیا تاکہ آیندہ آنے والی نسلوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال قواعد اور ضوابط کا کام دیں۔ لیکن یہ اتنا بڑا کام تھا کہ جب ترتیب اور باقاعدگی سے اس کو شروع کیا گیا تو تھوڑے عرصہ میں ہی اس قدر ذخیرہ ہو گیا کہ صرف حافظہ کے سپرد کر دینا اطمینان بخش نہیں ہو سکتا تھا اور نہ کوئی انسانی دماغ اس کو محفوظ رکھنے کی قابلیت رکھتا تھا۔ اسلئے ان باتوں کو قلمبند کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اس مطلب کے لئے جو سب سے پہلے کتاب لکھی گئی وہ ابن شہاب الزہری کی کتاب تھی بعد ازاں اسلامی ممالک میں اکثر اہل علم لوگوں نے مضامین کے لحاظ سے حادیث کے باب اور عنوان مقرر کئے تاکہ مضامین کے سمجھنے اور مسائل کو حل کرنے میں سہولت پیدا ہو جائے۔ لیکن چونکہ احادیث کا مجموعہ بہت بڑا تھا۔ اور ابھی تک کسی اصل کے مطابق اس کی ترتیب کا انتظام خاطر خواہ نہ ہوا تھا۔ اس لئے یہ فائدہ مشکل سے حاصل ہو سکتا تھا دوسرے ایک ہی معاملہ کے متعلق مختلف راویوں کی روایتوں کی وجہ سے دقتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ اور چونکہ بعض دشمنان اسلام نے نفاق کی پلیدی اپنے سینے میں رکھنے کی وجہ سے جھوٹی باتیں اپنی طرف سے ملا کر شامل کر دی تھیں جن کی وجہ سے کسی مسئلہ کے متعلق فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ان تکالیف اور نقائص کو دور کرنے کے لئے محمد بن اسمٰعیل بخاری نے تیسری صدی ہجری کے آغاز میں کوشش کرنی شروع کی۔ یہ ان علمائے باعمل میں سے تھے جو پرہیز گاری۔ زہد اور تقوے کے لحاظ سے اہل اسلام میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ آپ ۱۹۴ھ ہجری میں بخارا میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ ہجری کی شب عید الفطر کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے اور خرتنگ میں جو سمرقند کے قریب ایک گاؤں ہے مدفون ہوئے آپ راتوں جاگ کر احادیث لکھا کرتے تھے۔ اور جو حدیث بھی انہوں نے اپنی صحیح میں درج کی۔ اس کے شکریہ میں دو رکعتیں شکرانہ کی پڑھتے تھے۔ اس سے آپ کی تحقیق اور تدقیق پر خوب روشنی پڑتی ہے انہوں نے احادیث میں بہت چھان بین کی اور ان احادیث کے سوا جن کے روایت کرنے والوں کا سلسلہ منقطع نہ ہوتا ہو اور وہ سب لوگ ایسے ہوں جن پر کسی قسم کا الزام نہ لگایا گیا ہو اور ان کے زہد و اتقاء کو سب مانتے ہوں باقی سب حدیثوں کو پایۂ صداقت سے گرا دیا۔ اور صحیح احادیث کا نہایت عمدہ مجموعہ تصنیف کیا۔ انکے بعد انکی تقلید میں اور کتابیں بھی تصنیف کی گئیں۔ جو کہ صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں اور جو آج اسلام کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہو رہی ہیں۔ کیونکہ بہت سے بڑے بڑے معاملات کے سلجھانے میں ان سے مدد ملتی ہے۔ قرآن شریف کے مطالب

حل کرنے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سے فائدہ اٹھانے۔ اسلامی احکام کی تشریح حاصل کرکے اپنا چال چلن۔ اخلاق اور عادات کے سنوارنے میں ان سے بہت بڑی مدد مل رہی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ احادیث اسلام کی عظیم الشان دیوار کی بنیادی اینٹیں ہیں۔ اس لئے ان کے صحیح مجموعہ کا ہونا نہایت ضروری تھا۔ اور اگر ایسا نہ کیا جاتا۔ تو آج اسلام کو اس سے بہت زیادہ ضعف اور نقصان پہنچتا۔ جتنا کہ اس وقت غلط روایات کی وجہ سے مخالفین اسلام یا نادان مسلمانوں کے ہاتھوں سے پہنچ رہا ہے کیونکہ اب تو صحیح احادیث سے مقابلہ کرکے ان کو رد کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر صحیح احادیث کا کوئی مجموعہ موجود نہ ہوتا تو ان غلط روایات کو باطل کرنے کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ خدا تعالیٰ اپنا فضل نازل کرے امام بخاری علیہ الرحمۃ اور دوسرے ایسے ہی بزرگوں پر جنہوں نے بڑی کوششیں کرکے اور شدید تین اور مشقتیں اٹھا کر ہم تک صحیح احادیث کے پہنچانے کا کام کیا۔ اور اسلام کو جھوٹے اور غلط اعتراضوں کا ہدف نہ بننے دیا ؎

جب ایسے بزرگوں نے احادیث کو تنقیدی نظر سے دیکھنا شروع کیا۔ اور انہیں حدیثوں کی صحت اور غیر صحت کی تفتیش کرنی پڑی۔ تو اس کوشش اور جستجو کے دوران میں انہوں نے علمی دنیا میں ایک نئے علم کی بنیاد ڈالی جو پیشتر دنیا میں موجود نہ تھا۔ چونکہ حدیث کی صحت کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس کے راویوں کی نسبت اپنے خیالات اور واقفیت کو وسعت دی جائے۔ اور ان کی زندگی کے صحیح حالات ان کے اخلاق ان کے چال چلن کو معلوم کیا جائے تاکہ ان کی کہی ہوئی بات کے متعلق صحیح رائے قائم کی جاسکے۔ کیونکہ بات کی قدر و قیمت اس کے بیان کرنے والے کے حالات کے مطابق ڈالی جاتی ہے اسلئے احادیث کے محققین کو احادیث کی صحت کے لئے جرح سے پہلے محنت اور کوشش کرنی پڑی وہ یہ تھی کہ راویوں کے حالات معلوم کئے جائیں۔ اور یہ اس وقت تک معلوم ہونے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھے جب تک ان کی سوانح عمریوں کو نہ دیکھا جائے اسلئے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے لوگوں کے حالات کے متعلق بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی گئیں۔ جن میں تاریخ وار بڑے بڑے راویان احادیث علماء اور مجتہدین کے حالات لکھے گئے ان کے وطن۔ ان کی سکونت۔ ان کی قوم۔ ان کا قبیلہ۔ غرضیکہ ان کے سنہ وفات تک دریافت کئے گئے۔ اور اس طرح مسلمانوں نے علم انساب کی بنیاد دنیا میں ڈالی۔ اور محض دین کی خدمت کے لئے ڈالی۔ اس وقت گو دنیا مسلمانوں کی حالت کو دیکھکر کہدے کہ ان سے ہم نے کچھ نہیں لیا۔ لیکن واقعات کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ایک زمانہ میں مسلمان ہی تمام دنیا کے اُستاد تھے۔ جو کہ علمی دنیا پر علوم کی نئی نئی شاخیں ایجاد کرکے احسان کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ مسلمان اگر ایسے تھے۔ تو آج کل کے مسلمان ایسے کام کیوں نہیں کر سکتے اس کی کیا وجہ ہے۔ تو ہم اس کو بتلاتے ہیں کہ آجکل کے مسلمانوں کی حالت علمی دنیا میں اس وقت سے ردّی اور خراب ہوئی ہے جب سے انہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ جس زمانہ میں یہ اپنے دین کی خدمت اور اشاعت میں لگے رہتے تھے اسوقت خدا تعالیٰ کے فضل سے خود بخود ان کے دل و دماغ نئی نئی باتوں کے ایجاد کرنے میں لگے رہتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ انکو علم کے بڑھانے کے وسائل سکھاتا رہتا تھا۔ اگر مسلمانوں نے علم الانساب جیسے مفید شعبہ کی بنیاد اس طرح ڈالی کہ احادیث کی صحت کی انہیں ضرورت پڑی جو کہ دین کا بہت بڑا کام تھا تو انہوں نے علم جغرافیہ اور علم ہئیات کو بھی صرف دین کی غرض سے ہی سیکھا ؎

علم جغرافیہ

بیت اللہ کا حج ہر ایک ذی مقدرت مسلمان پر خدا تعالیٰ نے فرض کیا ہوا ہے چونکہ مسلمان دور دراز ملکوں میں رہتے تھے اسلئے ان کا مکہ پہنچنے کے لئے راستہ کے متعلق یہ جاننا ضروری ہوتا تھا کہ انہیں کس کس شہر۔ کس کس دریا۔ کس کس پہاڑ اور کس کس ملک سے ہو کر گذرنا ہے۔ کیسا موسم ہوگا۔ کون کونسی اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ چلتے وقت سفر کا پورا اور مکمل انتظام کرکے چلیں۔ اسلئے مسلمانوں نے شہروں۔ راستوں۔ ملکوں۔ پہاڑوں اور دریاؤں اور اسی طرح کی اور ضروری باتوں کی فہرستیں بنائیں اور کتابیں لکھیں اور جغرافیائی حالات کو جاننے میں کمال حاصل کر لیا اس علم سے انکی غرض صرف یہ تھی کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک حکم کی بجا آوری کریں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان کو اس علم میں ایسا کمال اپنے فضل سے عطا کیا کہ مسلمان دوسرے لوگوں کے استاد کہلائے ؎

علم ہیئت

ہیئیات کے علم کی ابتدا...... مسلمانوں نے اس طرح کی۔ کہ ہر ایک اسلامی ممالک میں خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لئے مساجد کا بنانا ضروری تھا۔ اور چونکہ مساجد کی بنیادیں اس طرح رکھنی جن کا رُخ مکہ کی طرف ہو ایک مذہبی حکم تھا۔ اس لئے اس کی تعمیل کے لئے مسجدوں کے تعمیر کرانے والوں کو امیات کی ضرورت درپیش ہوتی تھی۔ کہ جہاں مسجد بنائی جانے والی ہے اس مقام کا طول بلد اور عرض بلد معلوم کریں تاکہ سمت کے ساتھ مسجد کی بنیادیں کعبہ رخ رکھی جائیں۔ اور اس کے معلوم کرنے کے لئے ہیئیات کے علم کی ضرورت تھی۔ پھر نماز کے اوقات جن کا انحصار آفتاب کے چڑھنے اور ڈھلنے پر ہے۔ اور جو کہ مختلف ممالک میں مختلف اوقات پر چڑھتا اور ڈھلتا ہے۔ ان کے معلوم کرنے کے لئے بھی اس علم کا جاننا ضروری تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے محض دین کی خاطر اس کی طرف توجہ کی اور پھر کیا شہرہ ہو گئے۔ اسی طرح جو علم بھی مسلمانوں نے سیکھا اس میں ان کی غرض صرف مذہبی فوائد کو مد نظر رکھنا ہوتا تھا۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام کی احسن طریق پر بجا آوری ان کو منظور ہوتی تھی۔ اس لئے وہ جس علم کی طرف بھی توجہ کرتے تھے۔ اس میں کمال حاصل کر لیتے تھے۔ اور دین کے علاوہ دنیا کے معاملات میں بھی ان کو فوائد حاصل ہوتے تھے۔ لیکن برخلاف اس کے آج کل مسلمان صرف دنیا کمانے کی غرض سے علوم کے سیکھنے اور پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اسبات کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ کہ ان سے ہمارے مذہب کو بھی کوئی فائدہ پہنچتا ہے یا نقصان۔ اس لئے ان کے دماغ دن بدن مُردہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور وہ دین سے بے بہرہ اور بیگانہ ہونے کی وجہ سے ذلیل ہو رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ مسلمان اپنے اسلاف کے کاموں پر نظر کرکے کچھ سبق حاصل نہیں کرتے۔ اور اپنے حاصل کردہ علوم سے دین کو فائدہ نہیں پہنچاتے ؎

نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کا گرامینامہ

بنام

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

پرائیویٹ سیکرٹری نواب لفٹنٹ گورنر بہادر تحریر فرماتے ہیں

"جناب من۔ آپ نے جو خط ہزآنر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کے نام ارسال فرمایا تھا۔ اس کے متعلق مجھے یہ کہنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ کہ نواب لفٹنٹ صاحب بہادر نے آپکی تحریر کو بڑی توجہ سے ملاحظہ فرمایا۔ اور آپکے اظہار وفاداری نیز اس نازک موقعہ پر اپنے پیروؤں کو ملک معظم اور ملک کے ساتھ دینے کی گرانبہا نصیحت کو استحسان اور قدر کی نظر سے دیکھا ہے۔ چند ہفتہ ہوئے ضلع گورداسپور کا دورہ کرتے وقت ہزآنر احمدی جماعت کے ایک وفد سے ملکر خوش ہوئے۔ اور جو کچھ حضور نے اسوقت فرمایا تھا اب پھر اسکا اعادہ فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہ گورنمنٹ عالیہ نے جو وسیع مذہبی آزادی اپنی رعایا کو دے رکھی ہے۔ اس کی بناء پر احمدی جماعت گورنمنٹ کی حفاظت پر بھروسا کر سکتی ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ کو بھی احمدی جماعت اور اس کے امام کی طرف سے نہ صرف وفادارانہ امداد کی امید۔ بلکہ یقین ہے"۔

دستخط پرائیویٹ سیکرٹری ہزآنر لفٹنٹ گورنر پنجاب۔

نومبایعین

بنگال میں خدا تعالٰے کے فضل و کرم سے جس تیزی سے سلسلہ کی ترقی ہو رہی ہے۔ وہ ہمارے لئے بڑی خوشی اور راحت کا موجب ہے۔ مولوی عبدالواحد صاحب داعی سلسلہ احمدیہ جن کی مساعی جمیلہ کا مختصر تذکرہ اخبار میں ہم کر چکے ہیں۔ احمدی ہونے والے اصحاب کی فہرست ایک ایک دو دو کر کے نہیں بھیجا کرتے بلکہ پورا سیکڑہ ہو جانے پر ارسال کرتے ہیں۔ تازہ فہرست جو ان کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ وہ شائع کیجاتی ہے۔ مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالٰے کے فضل سے میں نے دوسری فہرست کھولدی ہے۔ اور پورے سو اصحاب ہونے پر ارسال کرونگا" ہمیں خدا تعالٰے کے حضور اس کا شکریہ بجا لانا چاہئیے۔ کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا خدا تعالٰے کے پیچھے دین میں جماعتوں کی جماعتیں داخل ہو رہی ہیں۔ الّلھم زد فزد۔

(۱) بیاض الدین پسر کوکور محمد ساکن برہمن بڑیہ۔ (۲) زینت النساء بی بی زوجہ منشی تمیز الدین احمدی ساکن موضع بارودھیکا (۳) نور النساء بی بی زوجہ مولوی امداد علی احمدی بریتیاؤٹ۔ (۴) ظہور النساء بی بی زوجہ عبدالرحمٰن احمدی ساکن برہمن بڑیہ (۵) ایمن نساء بی بی زوجہ مولوی نجابت اللہ احمدی سہیل پور (۶) امینہ خاتون بی بی بنت مولوی صاحب مذکور (۷) عصم الدین پسر انصر علی متوفی ساکن موضع تالشہر۔ (۸) نصیب النساء بی بی زوجہ نجف علی متوفی۔ ساکن بینیاوٹ۔ (۹) حسنہ بانو زوجہ سید عنبر علی متوفی۔ ساکن شنیدوا۔ (۱۰) لعل محمد پسر نواز ساکن گھٹورا۔ (۱۱) امام الدین پسر نواز مذکور ساکن ایضاً۔ (۱۲) مقصود علی پسر چاموساکن ایضاً۔ (۱۳) دلاور علی پسر نظام الدین ساکن ایضاً۔ (۱۴) کفیل الدین پسر لال محمد ساکن ایضاً۔ (۱۵) تمیز النساء بی بی زوجہ چاموساکن ایضاً۔ (۱۶) شاہ جہان بی بی زوجہ نواز ساکن ایضاً۔ (۱۷) بانو بی بی زوجہ محمد علی ساکن ایضاً (۱۸) کریول نساء بی بی زوجہ مقصود علی مذکور۔ (۱۹) رموز بی بی زوجہ لال محمد مذکور۔ (۲۰) شاہ بانو۔ زوجہ امام الدین مذکور۔ (۲۱) شیر جان بی بی زوجہ شمشیر علی ساکن گھٹورا۔ (۲۲) آمنت النساء بی بی زوجہ کفیل الدین مذکور۔ (۲۳) آلک چاند بی بی زوجہ منصور علی ساکن ایضاً (۲۴) عمر النساء بی بی زوجہ قیام الدین ساکن ایضاً۔ (۲۵) کریول نساء بی بی زوجہ دلاور علی مذکور۔ (۲۶) افسر الدین پسر اکرم علی ساکن گوکن۔ (۲۷) صفدر علی پسر عظمت ساکن پیرتلا۔ (۲۸) واسط علی پسر عظمت ساکن ایضاً۔ (۲۹) ملوک چاند بی بی زوجہ واسط علی مذکور۔ (۳۰) محمد النساء بی بی زوجہ زینت علی احمدی ساکن ایضاً (۳۱) رحم چاند بی بی زوجہ صفدر علی مذکور (۳۲) کلثوم بی بی زوجہ اشد علی ساکن ایضاً۔ (۳۳) خواز علی پسر خدا نواز ساکن برہمن بڑیہ (۳۴) عمر چاند بی بی زوجہ خواز علی مذکور۔ (۳۵) چوکی کان بی بی زوجہ کلیم ساکن ایضاً۔ (۳۶) ممتاز علی پسر خواز علی مذکور۔ (۳۷) عبداللطیف میاں پسر حاجی نوازش علی مرحوم ساکن قاسمنگر ریجی کی ماں بی بی زوجہ مظفر علی ساکن بہادر گر۔ (۳۹) افسر بی بی زوجہ برادر علی نواز متوفی ساکن برہمن بڑیہ۔ (۴۰) آلک جان بی بی۔ زوجہ حسن علی ساکن ایضاً (۴۱) علم جان بی بی۔ زوجہ سدر علی ساکن ایضاً۔ (۴۲) کمولا بی بی زوجہ قمیر الدین ساکن ننتائی۔ (۴۳) ظہور النساء بی بی زوجہ منشی آفتاب الدین ساکن سہیل پور۔ (۴۴) رحیم خان پسر منور خان ساکن برہمن بڑیہ۔ (۴۵) ملیک نساء بی بی زوجہ حلیم خان مذکور۔ (۴۶) عین الدین پسر آرائی منشی متوفی ساکن ننتائی مذکور۔ (۴۷) منشی زین الدین پسر نصیر الدین۔ (۴۸) منشی افسر الدین پسر غلام حسین (۴۹) عبدالرشید پسر شرافت علی۔ (۵۰) سوناچاند بی بی زوجہ منشی افسر الدین ساکن کرٹورا۔ (۵۱) شمس الحق پسر منشی الٰہی بخش مختار برہمن بڑیہ (۵۲) اکرم علی پسر عباس علی۔ ساکن ایضاً۔ (۵۳) عبدالوہاب پسر عبدالغفور ساکن ایضاً۔ (۵۴) عبدالغفور پسر محمد عظیم ساکن کرٹورا۔ (۵۵) زبیدا خاتون زوجہ عبدالغفور مذکور۔ (۵۶) مومن نساء بی بی زوجہ افسر الدین ساکن شمرائیل کاندی۔ (۵۷) حاطب النساء زوجہ سکندر علی ساکن بہادرگر۔ (۵۸) کریول نساء بی بی زوجہ غلام حیدر خاں ساکن بینیاوٹ۔ (۵۹) ام امۃ خاتون زوجہ عطر الدین ساکن شہباز پور۔ (۶۰) انجم النساء بی بی زوجہ آفتاب الدین ساکن شمرائیل کاندی۔ (۶۱) پوکی بی بی زوجہ آفتاب الدین مذکور۔ (۶۲) ظہور النساء بی بی زوجہ جمعدار ساکن ایضاً۔ (۶۳) شوجان بی بی زوجہ صورت علی ساکن ایضاً۔ (۶۴) منصوب بی بی زوجہ رحیم الدین ساکن بہادرگر (۶۵) سعد الدین پسر قیام الدین ساکن شمرائیل کاندی۔ (۶۶) عبدالرحمٰن پسر فخر علی ساکن سوئیل پور۔ (۶۷) عبدالرشید پسر دھونو ساکن برہمن بڑیہ (۶۸) عبدالباری پسر محمد علی ساکن برہمن بڑیہ۔ (۶۹) خاطب النساء بی بی زوجہ عبدالباری مذکور۔ (۷۰) شاہ زن بی بی زوجہ تیتن بیوپاری ساکن ایضاً۔ (۷۱) عبدالوہاب پسر واحد علی ساکن دبلا۔ (۷۲) عبدالکریم پسر محمد ناگر ساکن شمرائیل کاندی۔ (۷۳) ملک جان بی بی زوجہ عبدالکریم مذکور (۷۴) امیر النساء بی بی زوجہ خدا نواز ساکن ایضاً۔ (۷۵) ملک چاند بی بی زوجہ عبدالرحیم ساکن ایضاً۔ (۷۶) معین الدین پسر شودھو ساکن برہمن بڑیہ (۷۷) اشرف علی چپراسی پسر خرم علی ساکن ایضاً۔ (۷۸) صبور علی پسر رموز علی شاہ ساکن ایضاً۔ (۷۹) خاتون نساء بی بی زوجہ صبور علی مذکور (۸۰) پھول جان بی بی زوجہ نائب علی ساکن ایضاً۔ (۸۱) نظیم النساء بی بی بنت انصر علی ساکن برہمن بڑیہ۔ (۸۲) علی احمد پسر گبرو ساکن کرٹورا۔ (۸۳) میاں چاند پسر محمد کاظم ساکن ایضاً۔ (۸۴) عبدالرزاق پسر سخاوت علی ساکن ایضاً۔ (۸۵) منیر الدین پسر نصیر الدین ساکن ایضاً۔ (۸۶) سراج الدین پسر منشی زین الدین ساکن ایضاً۔ (۸۷) عبدالحمید پسر رجب علی ساکن گوکن۔ (۸۸) اتسان بی بی زوجہ طریق اللہ ساکن برہمن بڑیہ (۸۹) منشی احمد اللہ محرر پسر حاجی شرافت اللہ ساکن ناوڑا۔ (۹۰) محمد تائب علی پسر حسن علی ساکن کرٹورا مذکور۔ (۹۱) مریم چاند بی بی زوجہ شفاعت اللہ ساکن بٹائی۔ (۹۲) رحم چاند بی بی زوجہ ثانیہ شفاعت اللہ مذکور۔ (۹۳) میر النساء بی بی زوجہ حفیظ اللہ ساکن ایضاً۔ (۹۴) رابعہ خاتون زوجہ بشارت اللہ ساکن ایضاً۔ (۹۵) عبدالقادر پسر حسن علی کرٹورا۔ (۹۶) سعید الدین پسر معین الدین ساکن ایضاً۔ (۹۷) ضمیر الدین پسر اصحاب الدین ساکن ایضاً۔ (۹۸) خدا نواز پسر عبدالعزیز چودھری ساکن مرد ائیل۔ (۹۹) منشی صابر علی چودھری محرر عدالت دیوانی برہمن بڑیہ پسر نواب علی چودھری ساکن ایضاً۔ (۱۰۰) اشرف النساء بی بی زوجہ منشی صابر علی مذکور ٭ اہلیہ اللہ دتہ حافظ آباد۔ غلام قادر صاحب لسالی بیت چک نمبر ۲ لائلپور) اللہ رکھا صاحب چک نمبر ۵۔ رمضان صاحب چک نمبر ۵ برکت علی صاحب دولت پور۔ ڈاکخانہ پنچھا کوٹ۔ میاں بخش صاحب دولت پور۔ عبداللہ خان صاحب ڈرتری اسسٹنٹ نمبر ۵ کیمبل پور۔ نصیر الدین صاحب گوجرانوالہ۔ میاں فوجا صاحب گوراشیان۔ جگراؤں۔ اہلیہ صاحبہ منشی خدا بخش صاحب کلرک سول سرجن گورنمنٹ لاہور۔ ٭٭

[illegible]

دعوت الی الخیر

ولایت میں تبلیغ اسلام

چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے کے تازہ خط سے معلوم ہوا ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ان کی صحت ہر طرح سے اچھی ہے انکی آنکھیں پہلے کسی قدر دکھتی تھیں۔ لیکن ولایت میں جاکر کثرت کاروبار کی وجہ سے ابھی یہ تکلیف اور بڑھ گئی تھی۔ الحمد للہ کہ انکو بکلی صحت حاصل ہوگئی ہے۔ اور وہ اپنے تبلیغ کے کام میں سرگرمی سے لگے ہوئے ہیں۔ ان کے لیکچروں کا سلسلہ ہائڈ پارک میں شروع ہوگیا ہے اور لکھتے ہیں کہ لوگ توجہ سے سنتے ہیں ابھی تک ہستی باریتعالےٰ پر انکے متعدد لیکچر ہوچکے ہیں۔ اور یہ مضمون وہاں کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جسقدر بھی کھول کھول کر بیان کیا جائے اتنا ہی مفید ہونیکی امید ہے کیونکہ دہریت نے جسقدر مغرب میں بسنے والے لوگوں کے دل و دماغ پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ اسکا جلدی زائل ہونا محال امر ہے اور ولایت میں تبلیغ کرنیوالے مبلّغ کے لئے سب سے پہلا اور ضروری کام کرنا ہے وہ ہستی باریتعالےٰ کا لوگوں کو منوانا ہے کیونکہ جب کوئی اسلام کے اصول اور عقاید کے ذریعہ سے ایک واحد ہستی کو مان لیگا۔ تو پھر اسکو اسلام سے واقف کرنا آسان ہوجائیگا۔

دہریہ لوگ اپنی تائید میں ایسے بودے اور کچے دلائل پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ جو مکڑی کے جالے کی طرح تھوڑی سی ہوا سے ہی ٹوٹ جاتے ہیں چہ جائیکہ وہ اسلام کی تعلیم کے سامنے کچھ ٹھہر سکیں چوہدری صاحب نے دہریوں کے عقائد باطلہ کی تردید میں کئی لیکچر دئے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ابھی تک کسی دہریہ سے میرے اعتراضوں کا جواب نہیں بن پڑا۔ ایک دہریہ کی نسبت جس نے چوہدری صاحب کے مقابلہ میں بولنے کی جرأت کی ایک لطیف مباحثہ تحریر فرماتے ہیں جس کی کیفیت یہ ہے کہ ایکدن جب چوہدری صاحب نے اپنا لیکچر ختم کیا تو ایک دہریہ ڈاکٹر کھڑا ہوگیا اور اس نے اپنے دہریہ ہونیکی وجہ بیان کرنی شروع کی۔ اس نے کہا جب میں ابھی بچہ تھا تو میرا باپ سخت بیمار ہوا۔ اسکی صحت کے لئے بڑی بڑی دعائیں کی گئیں لیکن دن بدن اسکی صحت بگڑتی ہی گئی۔ اور آخر کار ایک عرصہ دراز تک وہ بہت دکھ اور تکلیف اٹھا کر مرگیا اور اپنے پیچھے بیوہ والدہ اور چند یتیم بچے چھوڑ گیا۔ اس نظارہ کو دیکھکر میری طبیعت دہریت کی طرف مائل ہوگئی اور میں نے سمجھ لیا۔ کہ اگر کوئی ایسی ہستی ہوتی جسکو رحیم اور کریم کہا جاتا ہے اور جو اپنے بندوں کی دعاؤں کو سن کر ان کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو دور کیا کرتی ہے تو وہ ضرور ہم یتیم بچوں اور بیوہ عورت کی دعاؤں کی طرف توجہ کرتی اور میرے باپ کو بچا لیتی۔ لیکن باوجود دعاؤں اور ہماری ایسی حالت زار ہونے کے جب ہمارا باپ مر ہی گیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جس کے قبضہ میں دعاؤں کا سننا تکالیف کا دور کرنا اور آرام و آسایش کا عطا کرنا ہے بلکہ دنیا کی چیزیں ہی ایک دوسرے کیا آرام اور ایک دوسرے کی تقیام کا باعث ہیں۔

اسکی تقریر ختم ہونیکے بعد چوہدری صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس سے پوچھا کہ جب تمہارا باپ بیمار ہوا تھا۔ تو تم نے اسکی بیماری کو دور کرنیکے لئے اسکو دوائی کا استعمال بھی کروایا تھا یا نہیں اسنے کہا کیوں نہیں۔ ہم نے تو بہت سا روپیہ ڈاکٹروں کی فیس اور علاج معالجہ پر خرچ کیا تھا اور بیماری کے سلسلے عرصہ میں ایسا ہی کرتے رہے تھے۔ لیکن بیماری نے نہ دور ہونا تھا اور نہ دور ہوئی اور آخر کار میرے والد صاحب فوت ہی ہوگئے چوہدری صاحب نے کہا کہ جب تمہارے والد کو دوائی نے فائدہ نہیں دیا تھا تو تم نے اپنی عمر ڈاکٹری کے پڑھنے کے لئے کیوں صرف کی اور تم کیوں ڈاکٹر بنے۔ جب تمہارے والد کی بیماری میں دوا اور دعا دونوں نے یکساں اثر دکھایا۔ اور دونوں ایک جیسی ہی غیر مفید ثابت ہوئیں۔ تو جہاں تمہارا دعا کی نسبت یقین اٹھ گیا کہ یہ کچھ شے ہی نہیں وہاں یہ بھی چاہیئے تھا کہ دوا کی نسبت بھی تم یہ یقین کر لیتے کہ اس میں بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر فائدہ ہوتا تو تمہارے خیال کے مطابق چاہیئے تھا کہ تمہارا والد زندہ رہتا اور نہ مرتا۔ لیکن جب ایسا نہیں ہوا۔ تو تمہارے خیال کے مطابق دوائیوں میں بھی اثر نہ ہوا۔ لیکن تمہارا عمل تمہارے اس خیال کی تردید کر رہا ہے کیونکہ تم نے دوائیوں کے فوائد سے یقین نہ اٹھایا۔ بلکہ بڑی محنت اور کوشش سے ڈاکٹری کے علم کو پڑھا۔ اسلئے تمہیں چاہیئے کہ تم اپنی اس رائے کے متعلق اچھی طرح سوچو اور غور کرو۔ تا کہ تمہیں اسکی غلطی اور نقص معلوم ہو جائے۔ اس بات کو سنکر وہ بالکل خاموش ہوگیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

اسکے بعد چوہدری صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرکے دعاؤں کے قبول اور نہ قبول ہونیکے متعلق ایک مفصل تقریر کی۔ اور بتلایا کہ ہر ایک انسان کی ہر ایک دعا قبول نہیں ہوا کرتی اور اسکے کئی وجوہات ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی عقل اور فہم کے لحاظ سے ایک بات کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہے اور اسکے نقصانات اور ضرروں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے حضور اسکے حصول کے لئے دعا کرتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ جو ایک ذرہ ذرہ کا علم رکھنے والا اور ہر ایک چیز کے نفع و نقصان کو جاننے والا ہے وہ اس بات کو انسان کے لئے مفید نہیں سمجھتا۔ اسلئے گو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکی دعا قبول نہیں ہوئی مگر دراصل وہ دعا قبول ہی ہوجاتی ہے کیونکہ ہر ایک انسان دعا اپنے فائدے اور نفع کے لئے ہی کیا کرتا ہے اور جب اسکا نفع دعا کے نہ قبول ہونے کی صورت میں ہوتا ہے تو اسکے لئے اسکا قبول نہ ہونا قبول ہونے سے اچھا ہوتا ہے اور دعا کے قبول ہونیکا یہ بھی ایک رنگ ہوتا ہے پھر بعض لوگوں کی دعائیں اسلئے بھی قبول نہیں ہوتیں کہ ان میں قبول کروانے کی اہلیت نہیں ہوتی۔ وہ چونکہ ان صفات سے خالی ہوتے ہیں جنکی وجہ سے ایک انسان کا تعلق خدا تعالےٰ سے ہوتا ہے اسلئے انکی دعائیں بھی در اجابت تک نہیں پہنچ سکتیں۔ دنیا کا کارخانہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ جب تک کوئی انسان ان تمام قواعد اور ضوابط کی پوری طرح پابندی نہ کرے جو ہر ایک کام کے متعلق مقرر ہیں اسوقت تک وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے اپنے قرب کے جو قواعد بتائے ہیں اگر کوئی شخص ان پر نہ چلتے ہوئے ہونیکے باوجود یہ امید رکھتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا مقرب ہو جاؤنگا اور اپنی دعاؤں کو اس سے قبول کروا لونگا۔ تو یہ اسکی غلطی اور نادانی ہے اور اگر ایسے شخص کی دعا قبول نہ ہو تو اسکو بجائے خدا تعالےٰ کی ہستی کا انکار کرنے کے اپنی حالت کو اس قابل بنانا چاہیئے۔ کہ اسکی دعا قبول ہوسکے۔

چوہدری صاحب نے دعاؤں کی قبولیت کے متعلق بیان کرتے ہوئے دہریہ لوگوں کے سامنے حضرت مسیح موعود کا وہ چیلنج بھی پیش کیا جو آپنے دہریوں کے سامنے پیش کیا۔ جو لوگ دعاؤں کے اثرات سے منکر ہیں وہ خدا تعالےٰ کی ہستی کو اسطرح آزمائیں کہ کچھ بیمار لیکر انکو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ کے لئے صرف دوا کیجائے اور دوسرے حصہ کے متعلق دوا اور دعا دونوں کیجائیں تو انشاءاللہ ضرور اللہ لوگوں میں نسبتاً زیادہ لوگ صحتیاب ہونگے۔ اور یہی دعاؤں کے قبول ہونیکا ایک بہت بڑا ثبوت ہوگا چوہدری صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ دہریوں نے اس کھلے اور بین چیلنج کو ابھی منظور نہیں کیا اور اس نے پہلو بھی لکھ رہے ہیں کہ میں اگلے ہفتہ پھر اسے پیش کرونگا اور ممکن ہے کہ بعض سعید روحوں کو اسی طرح فائدہ پہنچ جائے خدا تعالےٰ چوہدری صاحب کا حامی و ناصر ہو اور انہیں اپنے فضل و کرم سے ان کی کوششوں میں کامیاب کرے۔ آمین +

حضرت صاحبزادہ اولوالعزم خلیفۃ المسیح والمہدی مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ تیسواں۔ سُورۃ الزِّلزال

بقیہ رکوع اوّل

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے چونکہ علماء میں وسعت حوصلہ نہ رہی تھی۔ اسلئے انہوں نے بعض آیتوں سے دھوکہ کھاکر یہ ٹھوکر کھائی ہے کہ جو کافر ہوتا ہے۔ اُسکا کوئی بھی نیک عمل خداتعالےٰ کی درگاہ میں قبول نہیں ہوتا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ کوئی بھی انسان حتّٰی کہ دہریہ بھی ہو تو بھی اسکی نیکی ضائع نہیں جاتی۔ مگر جن لوگوں کا عقیدہ اسکے خلاف ہے انکو ان آیات کی بڑی بڑی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔ ایک شخص لکھتا ہے۔ کہ اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ انکو نیکی دکھائی جاوے گی۔ نہ کہ انکو نتیجہ ملیگا تو اس طرح انکو کچھ فائدہ تو حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور لوگ بھی اسکے مختلف معنی کرتے ہیں۔ لیکن میرا اپنا بھی عقیدہ ہے۔ کہ ایک انسان کو خواہ وہ کسی مذہب کا ہو۔ بدی کا بدلہ برا اور نیکی کا بدلہ نیک ملیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے دریافت کیا کہ حضور میں نے کفر کے زمانے میں سو اونٹ صدقہ دیئے تھے کیا وہ قبول ہونگے یا نہیں۔ اگر نہیں ہونگے تو میں چاہتا ہوں کہ اب دیدوں۔ کیونکہ میں نہیں پسند کرتا۔ کہ وہ اچھا عمل جو کہ میں نے کفر کے زمانہ میں کیا تھا۔ اب نہ کروں۔ تو آپ نے فرمایا اسلمت بما اسلفت۔ کہ اسی صدقہ کی وجہ سے ہی تم اسلام لائے ہو

ان لوگوں کو جنکا یہ عقیدہ ہے کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں رہینگے اور نکلینگے نہیں ٹھوکر لگی ہے۔ قرآن شریف اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔ کہ انسان کے گناہ بمنزلہ بیماری کے ہیں۔ جس طرح ایک بیمار بیماری سے صحّت پانے تک ہسپتال میں رہتا ہے اور صحّت پانے کے بعد رخصت کردیا جاتا ہے۔ اسی طرح گناہوں کے گند سے جہنم میں انسان پاک و صاف کیا جاتا ہے۔ اور صاف ہونے کے بعد اسکو نکال دیا جاتا ہے۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ جتنی کسی کی نیکیاں زیادہ ہونگی۔ اتنا ہی وہ جلدی جہنم سے نکلیگا۔ اس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے۔ کہ خواہ کوئی کسی مذہب اور ملّت کا ہو۔ اسکو اسکے نیک کاموں کا نتیجہ ملیگا۔ یعنے آخرت میں بخشش کے سوال کے وقت انکا لحاظ کیا جائیگا۔ اب اگر کوئی کہے۔ کہ ہر ایک کو نیک کام کا نیک نتیجہ ملتا ہے۔ تو انبیاء کے منکرین کے لئے جو سزائیں قرآن شریف میں بیان کی گئی ہیں۔ انکا کیا مطلب ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ خداتعالےٰ کا انکار۔ انبیاء کا انکار۔ ملائکہ کا انکار۔ جزا سزا کا انکار۔ ایسے خطرناک گناہ ہیں۔ کہ انکی وجہ سے کوئی شخص براہ راست جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اسلئے ضرور ہے کہ وہ ان گناہوں کی سزا بھگتے۔ اور پوری سزا پانے کے بعد دوزخ سے نجات پائے ✦

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ دینے والوں نے ایک یہ وجہ بھی رکھی ہے۔ کہ آپ نے کہا۔ کہ جہنم کا عذاب ہمیشہ نہیں رہیگا۔ یہ آیت فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ اس کے لئے ایک بڑی دلیل ہے۔ کہ نیکی کا پھل کبھی نہ کبھی ضرور ہر ایک کو ملیگا۔ مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے۔ روزے رکھتا ہے۔ اور شریعت کے احکام پر چلتا ہے۔ لیکن مسیح موعود علیہ السلام کا منکر ہے۔ اور ایک شخص ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا۔ اور روزے بھی نہیں رکھتا۔ اور دوسرے شریعت کے فرائض کو بھی ادا نہیں کرتا۔ تو جب خدا کی رحمت جوش میں آئیگی۔ تو پہلے اول الذکر شخص بخشا جائیگا۔ غرضکہ جتنی کوئی نیکی کرتا ہے۔ اس کو کسی نہ کسی رنگ میں ضرور فائدہ حاصل ہوجاتا ہے۔ اوّل تو نیکی اس دنیا میں ہی فائدہ مند ثابت ہو جاتی ہے۔ اور ایک حد تک پہنچنے پر اس شخص کو اسلام نصیب ہوجاتا ہے۔ اور اگر دنیا میں فائدہ نہ ہو۔ تو جسوقت خداتعالےٰ کی بخشش کا وقت آئیگا۔ ضرور نیکی اُسے نفع دیگی ✦

سُورۃ العٰدیٰت

۵۔ جولائی ۱۹۱۴ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بات کہنی تو آسان ہوتی ہے۔ لیکن اسکا ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہنے کو تو بہت لوگ کہدیتے ہیں۔ کہ انبیاء کی ہمارے مقابلہ میں کیا پیش گئی ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ان کے اندازے ہوتے ہیں۔ جن کے ماتحت وہ پیشگوئیاں کردیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ واقعات کے لحاظ سے کوئی بات کہدیتے ہیں۔ جو کہ پوری ہوجاتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ اٹکل پچو باتیں کہدیتے ہیں۔ کوئی پوری ہوجاتی ہے۔ اور کوئی نہیں ہوتی۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہی باتیں ہیں۔ تو خدا کے مرسل کے مقابلہ میں اُٹھ کر کوئی پورا کیوں نہیں اترتا۔ دنیا میں اور لوگ بھی تو

ہوسکتے ہیں۔ جو کہ بڑے دانا۔ مدبر اور اندازے لگانے والے ہوتے ہیں۔ تو پھر یہ کیوں انبیاء کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے جو لوگ آتے ہیں۔ وہ کسی دنیاوی حیثیت سے ممتاز نہیں ہوتے۔ اگر وہ دنیا کی حالت دیکھ کر یا علم کے زور سے کہتے ہیں۔ تو کیا اور لوگوں سے یہ علم مفقود ہو جاتا ہے۔ اگر یہ کوئی علم ہے۔ اور اس کے ذریعہ آئندہ کی خبریں معلوم ہوسکتی ہیں۔ تو اور لوگ کیوں نہیں بتا دیتے۔ اگر وہ ملکوں کی حالت دیکھ کر کسی کی فتح اور شکست کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ تو جن کے ہاتھوں میں ملکوں کی بادشاہت ہوتی ہے۔ اور جن کو ان باتوں کا تجربہ ہوتا ہے۔ وہ کیوں نہیں بتا دیتے۔ اور اگر علم کے ذریعہ انبیاء باتیں کہتے ہیں۔ تو یونیورسٹیوں کے پروفیسر کیوں نہیں کہہ دیتے۔ اور اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ دنیا کے عالم۔ منجم۔ سیاست دان۔ مدبر اور پروفیسران کے آگے گردنیں جھکا دیتے ہیں۔ اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو کہنا آسان ہوتا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کوئی کچھ کر کے بھی تو دکھائے۔ مشہور ہے۔ کہ جب کولمبس نے نئی دنیا دریافت کی۔ تو بعض لوگ کہنے لگے۔ کہ اس نے کیا کیا ہے یہ کوئی ایجاد نہیں ہے۔ جہاز لیکر چل پڑا تھا۔ آگے سے اتفاقاً ملک مل گیا۔ اگر ہم جاتے۔ تو ہم بھی ملک دریافت کر لیتے۔ چونکہ ہمیں موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے نہیں گئے۔ ورنہ یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔ بتا ہے کہ کولمبس نے ایک انڈا منگوا کر ان کو کہا۔ کہ اس کو میز پر کھڑا کر دو۔ انہوں نے بہت زور مارا۔ لیکن وہ کھڑا نہ کر سکے۔ کولمبس نے انڈا لیکر اس کے نیچے چھوٹا سا سوراخ کر کے لعاب نکال کر میز پر کھڑا کر دیا۔ پھر بھی انھوں نے یہی کہا۔ یہ تو بہت معمولی بات تھی۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اس معمولی بات کا تو تم کو موقعہ مل گیا تھا۔ تم نے کیوں نہ کر لی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات کی پیشگوئیوں پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ آپ نے ایران اور روم کی حکومتوں کی حالت کو دیکھ کر اندازہ لگایا تھا۔ کہ یہ تباہ ہو جائینگی ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر آپکا یہ کہنا اندازوں اور قیاسات پر مبنی تھا۔ تو اور کسی نے اٹھ کر کیوں نہ کوئی ویسی ہی بات کہدی۔ سچوں اور جھوٹوں میں یہی فرق ہوتا ہے۔ کہ سچے جو بات کہتے ہیں۔ وہ کر کے دکھاتے ہیں۔ لیکن جھوٹے جو کہتے ہیں۔ وہ کر نہیں سکتے۔ ہزارہا انبیاء دنیا میں آئے۔ اور ہر ایک پر یہی اعتراض کیا گیا۔ کہ قیاسات کی بنا پر باتیں کہتے ہیں۔ ہم بھی اگر چاہیں۔ تو ایسا ہی کہہ دیں لیکن آج تک اعتراض ہی کرتے رہے ہیں۔ مگر کسی کو یہ جرأت نہیں پڑی۔ کہ ان کے مقابلہ میں کھڑا ہو ۔

آجکل آریہ اہل یورپ کی ترقی کو دیکھ کر کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ یہ ایجاد کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے ویدوں میں پہلے سے موجود ہیں۔ میں نے ایک مضمون لکھا تھا۔ کہ اگر سب کچھ تمہارے وید میں موجود ہے۔ تو ایک دو ایسی ایجادیں تم بھی نکالو۔ جو ابھی دریافت نہیں ہوئیں۔ ورنہ تم بعد میں جو کچھ کہتے ہو۔ اسکا ہمیں یقین نہیں ہوسکتا۔ کہ وید میں موجود ہے ۔

انبیاء کے مخالفین ہمیشہ یہی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ان کی باتیں اندازوں اور قیاسات پر مبنی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ اسی سورۃ میں فرماتا ہے۔ کہ دیکھو کیا یہ باتیں اندازوں اور قیاسات کے لحاظ سے کہی جا سکتی ہیں ۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝

مکہ میں پہلے پہل اگر کوئی شخص اسلام لاتا۔ تو یہ اسکے لئے پیغام موت ہوتا تھا۔ حضرت ابوذر لکھتے ہیں۔ کہ میں مکہ میں آکر ادہر ادہر پھیر رہا تھا۔ کہ کوئی معتبر آدمی ملے۔ تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پوچھوں۔ کہ کہاں ہیں۔ کہ اتنے میں مجھے حضرت علیؓ ملے۔ اور مجھے آپ نے اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔ اور پوچھا۔ کہ کس کام کے لئے یہاں آئے ہو۔ لیکن میں نے ٹالدیا۔ پھر دوسرے دن میں اسی طرح گلیوں میں چکر لگا رہا تھا۔ کہ حضرت علیؓ ملے۔ اور گھر لے گئے۔ اور کھانا کھلایا۔ اور کہا۔ کہ آپ میرے مہمان ہیں۔ اور میں میزبان۔ میزبان کا بھی مہمان پر حق ہوتا ہے۔ آپ مجھے بتائیں۔ کہ آپکا کیا کام ہے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ یہاں ایک شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ میں چونکہ ناواقف ہوں۔ اس لئے ان کے متعلق کسی سے پوچھتا نہیں۔ کہ شائد کوئی مجھ سے کیا سلوک کرے۔ میری یہ بات سنکر وہ مجھے ساتھ لے گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کر دیا۔ لیکن ان کو بھی اتنی احتیاط تھی۔ کہ کہا۔ اگر کوئی شریر آدمی راستے میں ملا۔ تو میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ حضرت ابوذر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں۔ اور ایمان لے آئے۔ جب باہر نکلے۔ تو ایک جگہ کفار کی مجلس لگی ہوئی تھی۔ آپنے بڑے زور سے کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ پس کفار کے لئے یہ کلمہ گولی سے بھی بڑھ کر تھا۔ انھوں نے ان کو پکڑ کر بہت مارا۔ آخر حضرت عباسؓ نے چھڑا دیا اب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام صرف اس ڈر کی وجہ سے نہیں لیتے۔ کہ لوگ کہیں گے۔ کہ کیسے بد تہذیب ہو۔ ہر وقت انہی کا نام لیتے رہتے ہو۔ حضرت ابوذرؓ کو اتنی مار پڑی۔ کہ جسم زخموں سے چور ہو گیا۔ لیکن جیسے ان کو ذرا آرام آیا۔ تو پھر انھوں نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا۔ اور کفار نے پھر مارنا شروع کر دیا۔ تو مکہ میں توحید کا بیان مشکل ہی نہیں تھا۔ بلکہ جان پر کھیلنا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کی تعداد دو اڑھائی سو تک بیان کی جاتی ہے۔ لیکن عام طور پر اسّی۔ نوّے اسّی تک تعداد بتائی جاتی ہے۔ رسول کریم صلعم کا اپنا یہ حال تھا۔ کہ کوئی سودا نہیں دیتا تھا۔ باہر نکل نہیں سکتے تھے۔ اور ہر وقت جان کا خطرہ رہتا تھا۔ مگر ایسی حالت میں آپ خبر دیتے ہیں۔ کہ تم لوگ بڑے ناشکرے ہو۔ اور اپنے رب کے احسان نہیں سمجھتے۔ کہ کتنی ترقیاں اور فتوحات خدا تعالےٰ تمہیں دینا چاہتا ہے۔ کفار یہ باتیں سنکر ہنستے۔ اور ٹھٹھا کرتے ہوں گے۔ کہ ان کو کھانے کو تو ملتا نہیں۔ اور باہر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن باتیں اتنی بڑھ بڑھ کر کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم شہادت کے طور پر ان دوڑنے والے گھوڑوں کو پیش کرتے ہیں جو کہ بہت دوڑتے ہیں۔

ضَبْحًا (۱) تیز دوڑنے کو کہتے ہیں۔ (۲) دوڑتے ہوئے گھوڑے کے سینے سے جو آواز نکلتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم ایسے گھوڑوں کو شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں ۔

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝	پھر آگ نکالنے والوں کی ٹھکور کر قَدْحًا آپسمیں ٹھکور کر آگ نکالنا ۔
فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝	پھر ان کو شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں جو صبح کے وقت غارت کریں گے ۔
فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝	پھر ان کو جو صبح کے وقت غبار اڑائیں گے۔ یعنی ایسے دبدبے والے سوار ہوں گے۔ کہ ان

کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے صبح کے وقت بھی غبار اڑیگا۔ غبار پچھلے پہر اڑا کرتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ آفتاب کی تمازت سے زمین خشک ہو جاتی ہے۔ اس لئے غبار اڑنا شروع ہو جاتا ہے

صبح کے وقت چونکہ شبنم کی وجہ سے زمین نم ناک ہوتی ہے اس لئے نہیں اڑتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ گھوڑے ایسے زور وشور سے دوڑتے آئیں گے۔ کہ صبح کے وقت بھی غبار اڑیگا یعنی بڑے زور سے حملہ کریں گے۔

نقعًا (۱) مزدلفہ سے منیٰ تک کی زمین کو کہتے ہیں۔ (۲) غبار۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ

پس وہ صبح ہی صبح یا سورج ڈھلنے سے پہلے لشکر میں آگھسینگے۔ اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم انسان پر اتنے فضل کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ کہتا ہے کہ کچھ نہیں کیا۔ کتنے ہی احسان خدا کی طرف سے انسان پر ہوئے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ناشکری کرتا ہے۔ واقعی دنیا میں بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ جو کہ خدا تعالیٰ کے احسانوں اور نعمتوں کو پاکر شکر بجالاتے ہیں۔ بعض لوگوں کے اولاد نہیں ہوتی۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ کچھ نہیں۔ ہماری کیا زندگی ہے۔ اور دو تین بچے ہونے تک یہی کہتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کے آٹھ دس بچے ہوں۔ تو پھر وہ کہتا ہے۔ کہ اولاد بھوکوں مرتی ہے۔ اور کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔ اسی طرح اگر کوئی دولت مند ہو۔ یا مفلس وہ بھی ناشکری کرتے ہیں۔ دولت مند تو کہتا ہے۔ کہ میں نے اپنی محنت سے کمایا ہے۔ خدا نے مجھے کیا دیا ہے۔ اور اگر اسکا مال جاتا ہے۔ اور تباہ ہو جاتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ اس میں ہمارا کیا اختیار تھا۔ خدا نے تباہ کر دیا ہے۔ ایک حکیم یا ڈاکٹر اگر کسی کا علاج کرتا ہو۔ اور وہ مرجائے۔ تو کہتا ہے۔ کہ میں نے تو بہت زور لگایا تھا۔ مگر اس کی قسمت ہی ایسی تھی۔ اور اگر تندرست ہو جائے۔ تو کہتا ہے۔ کہ ہم نے بیماری کی خوب شناخت کی تھی اس لئے صحت یاب ہو گیا ہے۔ ایک وکیل اگر مقدمہ جیت لے۔ تو کہتا ہے۔ کہ میں نے ایسی تقریر کی۔ کہ جج کے بھی ہوش اڑ گئے۔ اور وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ اور اگر مقدمہ ہار جائے۔ تو کہتا ہے۔ کہ میں نے تو کوشش کرنے میں کمی نہیں کی۔ مگر خدا کا منشاء ہی ایسا تھا۔ اس لئے کیا ہو سکتا تھا۔

غرضیکہ لوگ ہر ایک دکھ۔ تکلیف۔ مصیبت کو تو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر آرام اور خوشی وغیرہ کو اپنی کوشش اور قابلیت کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ افسوس کہ آجکل مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کی جو پیشگوئی کی تھی۔ وہ وقتی حالات کو دیکھ کر کی تھی۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ

اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ کہ انسان اپنی حالت پر خود شاہد ہے۔ یا اپنی ناشکری پر خود گواہی دے رہا ہے۔ روزمرہ تم اپنی حالت پر نظر کرو۔ کہ کسطرح خدا تعالیٰ کے احسانات ہوتے ہیں۔ لیکن بہت کم ہیں۔ جن کے منہ سے الحمد للہ کا کلمہ نکلتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۙ

اور انسان مال کی محبت میں مرا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کو تو ہماری طاقت اور قدرت کو دیکھ کر چاہیئے تھا۔ کہ ہم سے محبت کرتے۔ لیکن یہ باوجود اسقدر شوکت اور دبدبہ کو دیکھنے کے بھی مال کی محبت میں پڑ گئے۔ اور ہمیں بھلا دیا۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۙ

یہ لوگ ایک ایسے عظیم الشان اور پیارے محسن سے جس نے انہیں تکلیفوں اور مصیبتوں کی زندگی سے چھڑا کر عزت اور توقیر دی ہے۔ ایسا سلوک کرتے ہیں۔ کہ گویا انہیں اس کو پھر منہ نہیں دکھانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا انہیں معلوم نہیں۔ کہ ہمیں انھوں نے پھر بھی منہ دکھانا ہے۔ اور ہمارے پاس انہیں آنا ہے۔ اگر انہیں یہ معلوم نہیں۔ تو ہم ان کو بتلاتے ہیں۔ کہ ہم تو قبروں کے اندر سے بھی ان کو نکال لیں گے۔

وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ

اور ان کے سینوں کے اندر کی باتیں ظاہر کی جائینگی۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۧ

پھر تم خوب یاد رکھو۔ کہ جسطرح دنیا میں ہم نے اپنے نبی کے لئے اپنی طاقت ظاہر کی ہے۔ اسی طرح قیامت میں کریں گے۔ اور ہم تم کو اس دن اس کا بدلہ دیں گے۔ جو کچھ کہ تم کر رہے ہو۔

خَبِيْرٌ کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ خبردار ہے۔ مگر خبیر اکثر اس موقعہ پر استعمال ہوتا ہے۔ جہاں صرف علم مراد نہ ہو۔ بلکہ علم کے ماتحت عمل کی طرف بھی اشارہ کرتا ہو۔ اس سورۃ میں فتح مکہ کو پیش کر کے کفار پر حجت قائم کی گئی ہے۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَة

۶۔ جولائی ۱۹۱۴ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ نے سورۃ العٰدیٰت میں عذاب کا ایک پہلو بیان فرمایا تھا۔ اور اس سورہ میں دوسرا پہلو بیان فرمایا ہے۔ پیچھے تو یہ بتایا تھا۔ کہ انبیاء کی مخالفت کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ اور باوجود اس کے کہ نبی کی دنیاوی حیثیت ان کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بھی نبی کو ایسی کامیابی ہوتی ہے۔ جو کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی۔ اس سورہ میں نبی کریم صلعم کے مخالفین کے عذاب کی اور تشریح فرمائی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ ان پر بڑا خطرناک عذاب آئیگا۔

اَلْقَارِعَةُ ۙ

قارعہ۔ (۱) لشکر کو کہتے ہیں۔ (۲) خطرناک مصیبت کو کہتے ہیں۔ (۳) زور سے ضرب مارنے کو بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کفار کو فرماتا ہے۔ کہ تم پر ایک بڑی خطرناک مصیبت آنے والی ہے جو تم لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگی۔

مَا الْقَارِعَةُ ۚ

تمہیں کیا معلوم کہ قارعہ کیا ہے ۔

وَمَآ أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝

اور کس چیز نے بتلایا تجھ کو یہ قارعہ کیا ہے۔

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝

اس دن تو ان لوگوں کا یہ حال ہوگا۔ کہ فراش کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے۔ جسطرح پتنگے ادھر اُدھر بھاگے پھرتے ہیں۔
اسی طرح اُس دن اُن کا حال ہوگا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کفار یہ باتیں بڑی حیرت سے سُنتے ہونگے۔ کہاں تو ایک ایک آدمی آکر مسلمانوں کو ڈراتا تھا۔ لیکن جب وہ ایسی ایسی باتیں سُنتے ہوں گے۔ تو بڑے ہی متعجب ہوتے ہوں گے۔ کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ عوام الناس کا تو یہ حال ہوگا۔ کہ پتنگوں کی طرح پراگندہ ہونگے ۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝

اور مالدار دھنی ہوئی پشم کی طرح ہو جائیں گے۔ یعنی ان کو اسقدر ماریں پڑیں گی۔ کہ جسطرح دھنی ہوئی پشم علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بکھیر دیئے جائیں گے ۔

جبل ۔ مالدار سردار قوم اور بڑے آدمیوں کو کہتے ہیں ۔

واقعہ میں یہ خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سُن کر کفار حیرت میں آجاتے ہوں گے۔ جسطرح اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ اہل یورپ مجھ پر ایمان لے آئیں گے۔ اب اگر یورپ کے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کو یہ کہا جائے کہ ہندوستان میں ایک آدمی پیدا ہوا۔ جو کہ کہتا ہے۔ کہ تم میرے پیرو ہو جاؤ گے۔ تو وہ کبھی بھی یقین نہیں کریگا۔ اور اگر یورپ کے کسی بڑے آدمی کو یہ باتیں سُنائی جائیں۔ تو وہ تو سُنانے والے کو پاگل اور مجنون کہیگا۔ اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے اپنی ابتدائی کمزور زندگی میں یہ باتیں نکلتی ہونگی۔ کہ تم لوگ جو میری مخالفت کرتے ہو۔ تباہ ہو جاؤ گے اور تمہارے سردار پشم کی طرح دھنے جائیں گے۔ اور تمہارے مال و اموال ہمارے قبضہ میں آ جائیں گے۔ ہم دن بدن بڑھتے جائیں گے۔ اور تم تباہ ہوتے جاؤ گے۔ تو وہ کیوں تعجب نہ کرتے ہوں گے۔ اور کیونکر انہیں یقین آسکتا تھا۔ کہ واقعی اسی طرح یہ باتیں ہونگی ۔

فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ نبی کی مخالفت کرنے والوں کی سزا کو تو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ پس ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جس کے عمل بوجھل ہوں گے۔ یا جس کا ترازو بوجھل ہوگا۔ وہ بڑی اعلیٰ زندگی میں ہوگا۔ انسان کے اندر مادیات کی طرف جھکنے کی بہت توجہ ہے۔ کیونکہ انسان مادیات سے ہی بنایا گیا ہے تو انسان کھانے پینے۔ پہننے وغیرہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ اگر ایک انسان ایسے جنگل میں پالا جاسکے۔ جہاں کوئی شریعت اس کو نہ پہنچے۔ اور کسی علم سے اس کو آگاہی نہ ہو۔ تو وہ صرف یہی کرسکے گا۔ کہ کھا پی چھوڑے گا۔ یا شہوت رانی کرے گا۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں وہ کر سکیگا۔ اگر کوئی یہ سمجھے۔ کہ وہ کوئی علم حاصل کرے گا۔ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ علم خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا ہے۔ انسان نے اپنی طاقت اور کوشش سے نہیں پیدا کیا۔ بہت لوگ کہتے ہیں۔ کہ علم کی ترقی انسان نے خود بخود ہی آہستہ آہستہ کی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر انسان کو علوم اور روحانی تعلیم سے علیحدہ رکھ کر پالا جائے۔ تو وہ کچھ بھی نہیں جان سکتا۔ حتیٰ کہ کسی زبان سے بھی واقفیت حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ زبان بھی انسان کو الہام کے ذریعہ سکھائی گئی ہے۔ تو انسان چونکہ مادہ سے بنایا گیا ہے۔ اس لئے فطرتاً اس کی توجہ مادیات کی طرف ہوتی ہے۔ اور یہ ایک عام بات ہے۔ کہ جس چیز کو جس سے نسبت ہو۔ اسی کی طرف اسکا میلان ہوتا ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے۔ ہے تو وہ لغو۔ لیکن اس سے یہ بتایا ہے۔ کہ ہر ایک چیز اپنی جنس کی طرف رغبت رکھتی ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے دعا کر کے ایک چوہیا کو لڑکی بنایا۔ (پچھلے زمانہ میں امراء اور بادشاہوں کے خوف سے ان کے نقائص نام لے کر نہ بیان کر سکتے تھے۔ اس لئے قصہ کے رنگ میں جانوروں سے مشابہت دیکر مطلب بیان کرتے تھے) اور وہ نہائت خوبصورت لڑکی بن گئی۔ اس کو بڑے بڑے خوبصورت آدمی دکھائے گئے۔ لیکن اُس نے کسی کو پسند نہ کیا۔ لیکن ایک چوہے کو بِل سے نکلتا دیکھ کر کہنے لگی۔ کہ یہ مجھے پسند ہے۔ اس کہانی کا مطلب ہے۔ کہ ادنےٰ لوگوں کو پاک لوگ سکھاتے ہیں۔ مگر چونکہ انسان کی فطرت گندی ہوتی ہے۔ اس لئے أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ۔ وہ زمین کی طرف ہی جاتے ہیں۔ انسان کی پیدائش چونکہ مادہ سے بنی ہے۔ اس لئے کھانے پینے پہننے اور عیش و آرام کرنے کی طرف یہ زیادہ راغب ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں میں روحانیت نہیں ہوتی۔ ان کی عمریں کھانے پینے اور دنیا کے آراموں میں ہی گذرتی ہیں۔ اور کوئی کام وہ نہیں کر سکتے۔ انسان کو جو چیز اعلیٰ درجہ پر پہنچاتی ہے۔ وہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ اور وہ نیکی کے قویٰ جو انسان کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ اس سے پرورش پاتے ہیں۔ اور پھر انسان اتنی ترقی کرتا ہے۔ کہ مادی چیزوں کا مقید حیران اور ششدر رہ جاتا ہے۔ اگر انسان سے روحانی تعلیم کو علیحدہ کر دیا جائے۔ تو وہ زانی۔ فاسق۔ فاجر اور بالکل درندوں اور حیوانوں کی طرح ہو جائے۔ تو انسان مع اپنی بہیمیت کے ایک پلڑے میں ہوتا ہے۔ اور دوسرے پلڑے میں اس کے اعمال ہوتے ہیں۔ پھر اگر اعمال کا پلڑا بھاری ہو۔ تو انسان بہیمی صفات سمیت اوپر چلا جاتا ہے۔ اور اعمال کا پلڑا نیچے۔ اور اگر اعمال کا پلڑا ہلکا ہو۔ تو وہ اوپر چلا جاتا ہے۔ اور انسان مع بہیمی صفات کے نیچے ہو جاتا ہے۔ اسی بات کی طرف اللہ تعالےٰ نے قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ۔ میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ وہ انسان کامیاب ہو گیا۔ جس نے اپنے نفس کو بڑھایا۔ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ۔ اور گھاٹے میں پڑ گیا وہ انسان جس نے اپنے نفس کو نیچے روند ڈالا۔ اس سورہ میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ انسان جس کا وزن بوجھل ہوا۔ وہ نہائت اعلیٰ زندگی میں ہو گیا۔ اور جس کے اعمال کم رہ گئے۔ اور اعمال کا پلڑا ہلکا ہو گیا۔ وہ ہاویہ میں چلا گیا۔ اسکا ٹھکانا ہاویہ ہے۔ اسکی ام ہاویہ ہے۔ انسان پہلے ایک نطفہ کی شکل ہوتا ہے اور نطفہ کے نقص دور کرنے کیلئے اور اسکو اعلیٰ درجہ کی پیدائش بنانے کیلئے پیٹ میں ڈالا جاتا ہے۔ اسیطرح بدکار لوگوں کے لئے جہنم اُم ہے۔ یعنی ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے جہاں ان کے گند دور کئے جائیں گے اور پھر ہلکے کئے جائیں گے

وَمَآ أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ اور تجھے کیا